اردو مرثیے کے تیسرے دبستان کا نقیب

ڈاکٹر منور ہاشمی

ABSTRACT:

The two school of thoughts in Urdu Elegy i.e. "Anees School of Thought" and "Dabeer School of Thought" succeeded in achieving fame and popularity not only in the world of knowledge and literature but also in general public and the gentry. Countless stances from their elegy-work know no borders. The beautify and splendor of the work of these elegists are still enjoying being centre of attention till-date. It amounts to great achievement to not only present one's own work in presence of already both Schools of Thought but also to remain successful in getting its acknowledgement. This third school of thought of Urdu Elegy is well known as "Ishq School of Thought". The foundation stone of this school was laid by Syed Hussain Meerza Ishq who tried to introduce uniqueness in Elegies by creating softness and delicacy imbedded therein. He adorned the Elegy with ornaments of versification which was a part of his disposition. This Dabistan was also blessed with another great Ghazalgo poet namely "Mirza Tausshuq". The both were students of Nasikhh. Therefore, both of them focused on reformation of language. Dabistan e Ishq comprised many note-able poets who played their pivotal role in making it popular. By using unique topics, they made elegy a very appealing and influential sort of poetry. It is impossible to ignore the importance of this Dabistan having created by Meerza Ishq.

میر انیس اور مرزا دبیر کا عہد اردو مرثیے کے عروج کا زمانہ ہے دونوں نے اس صنفِ ادب میں کوبے پناہ مقبولیت سے ہمکنار کیا۔ اس حد تک کہ غزل جیسی مقبول ترین صنف بھی اس دور میں کسی قدر نظر انداز ہونے لگی اور اپنی سطح پر کچھ لڑکھڑانے بھی لگی اس کی وجہ ان دونوں شاعروں کا زورِبیان اور اسلوب کا جلال و جمال تھا۔ ان کے مریثے میں شوکتِ الفاظ منظر نگاری، تمثال نگاری اورزندگی کے تمام تر پہلوئوں کی عکاسی کی وجہ سے ہندوستان کے تمام علمی و ادبی حلقوں اور عوام و خواص کی توجہ ان کی طرف رہی، اور مرثیہ ایک مستقل صنفِ سخن کے طور پر قبول کر لیا گیا۔

بقول پروفیسر خلیل صدیقی:

’’میرانیس اور مرزادبیر نے اردو مرثیہ کو جو رفعت و عظمت بخشی اور اسے جس درجۂ کمال تک پہنچایا اس میں کسی قسم کے اضافے کی گنجائش نہ رہ گئی تو بعد کے مرثیہ گو ان کی خوشہ چینی پر ہی اکتفا کرتے رہے۔ بہت ہوا تو صرف و نحو اور عروض کی اصطلاحات کے تلازمے سے اور ساقی نامے کے اضافے سے جدّت پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن یہ کوشش مرثیے کیلئے موجبِ افتخار نہ بن سکی۔‘‘ (۱(

یہ کہنا کہ میر انیس اور مرزا دبیر نے مرثیے کو بالکل مکمل کر دیا اور اس کے بعد اس کو کسی طور بڑھانا ناممکن تھا۔ البتہ اسے زوال آشنا کیا جا سکتا تھا اور یہ بھی کہ اس حوالے سے ہونے والی تمام تر کوششیں بے کار گئیں اور مرثیے کی خدمت نہیں ہو سکی۔ جو فروغ اسے حاصل ہونا تھا وہ میر

انیس اور دبیر کے ذریعے ہو گیا۔ اس حوالے سے سید شبیہ الحسن ہاشمی بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں۔

’’انیس و دبیر نے اردو مرثیے کو فن کے جس نقطۂ عروج پر پہنچا دیا وہاں سے مزید بلندی اور عروج کے امکانات معدوم نظر آتے ہیں۔ مرثیہ نگاروں کے لئے انیس و دبیر کے انداز سے انحراف کر کے کوئی نئی لے چھیڑنا اور اس میں کامیابی حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ ‘‘ (۲)

اس میں کوئی شک نہیں کہ انیس و دبیر نے مرثیے کو کمال آشنا کیا لیکن یہ کہنا کہ ان کے مرثیے کے علاوہ دوسروں کی کہیں دال نہیں گلی۔ مکمل طورپردرست نہیں ہے۔ انیس اور دبیر اپنی اپنی جگہ الگ الگ دبستان کی حیثیت رکھتے ہیں ان دبستانوں سے وابستہ بے شمار شعرانے بعد میں مرثیے کو زندہ رکھنے میں اہم کردار اادا کیا۔ اس عرصے میں مرثیے کے بنیادی عناصر میں تو کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ مگر اسلوب اور اس کیلئے استعمال ہونے والے خام مواد میں ضرور تبدیلی آ گئی۔ ان دو دبستانوں کی خدمات سے انکار ممکن نہیں ہے مگر انہی کے دور میں مرثیے کا ایک تیسرا دبستان بھی موجود تھا۔ جسے فراموش یا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا بلکہ ایساکرنا شدید قسم کی ناانصافی کے زمرے میں آئے گا۔ یہ دبستان مرثیہ’’دبستانِ عشق‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے سربراہ کا تعلق اگرچہ انیس کے خاندان ہی سے ہے مگر اس نے انیس سے ہٹ کر الگ روش اپنائی جو اپنے عہد میں مقبول بھی ہوئی اور اس کے بہت سے پیروکار بھی ہر دور میں موجود رہے۔ اس دورکے اہم رکن اور سربراہ سید حسین میرزا عشق تھے۔ عشق نے مرثیے کے دو بڑے دبستانوں کی موجودگی میں نہ صرف خود کو منوایا بلکہ حیرت انگیز طور پر انفرادیت بھی قائم رکھی۔ یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ انیس کی پیروی کرنے والے قابلِ ذکر مرثیہ گو شعرا کی تعداد بھی 5سے زیادہ نہیں اور دبستانِ عشق میں عشق کے پیروکار بھی پانچ ہیں۔ انیس کو اتنے کم پیروکار ملنے کی وجہ سے ان کا طرزِ نگارش زیادہ فروغ نہ پا سکا۔ بقول شمس الرحمٰان فاروقی:

’’مسدس اور مرثیہ کے زوال کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انیس کے بہت کم مقلد قابلِ ذکر شاعر ہیں ۔سب تقریباً کاملاً نقال تھے‘‘ (۳)

گویا دبستان انیس کے ارکان مرثیے کی اس ساکھ کو بھی برقرار نہ رکھ سکے جو انیس کے زورِ کلام سے قائم ہوتی تھی۔ یہی حال دبیر کا ہے دبستانِ دبیر سے تعلق رکھنے والے شعرابھی بہت کم تعداد میں ہیں۔ اس عالم میں عشق اور ان کا دبستان بہرحال قابلِ تعریف ہے عشق نے اپنی الگ شناخت کیلئے اپنے کلام میں جو خصوصیات پیدا کیں وہ آج بھی قابلِ قدر ہیں۔

بقول شمشاد حیدر زیدی:

’’عشق نے اپنے آپ کو انیس سے الگ رکھنے کی کوشش کی ۔عشق میں قوت اور اظہار دونوں کی کمی نہ تھی وہ میر انیس کی طرح استعاراتی اور پیکری ذہن تو نہ رکھتے تھے لیکن جزئی صورتِ حال کا احاطہ محض بیانیہ کے بل بوتے پر کر لیتے تھے۔ انہوں نے بہت زیادہ قیدوبند اختراع کیے ،اسی لیے ان کے ایک الگ دبستان کا ذکر کیا جاتا ہے۔‘‘ (۴)

عشق کا کلام بے شمار خوبیوں کا حامل ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں بلاکی سلاست ہے۔ اغلاط بھی نہ ہونے کے برابر ہیں انہوں نے صنائع بدائع کا استعمال بھی انتہائی موزونیت کے ساتھ کیا ہے۔ ان کی زبان صاف ستھری اور بیان دلکش ہے۔ ناسخ کے باقاعدہ شاگرد تھے اور ان کی اصلاح زبان کی تحریک میں بھی کردار ادا کیا۔

اس تحریک کی اصلاحات و اصطلاحات کا انہوں نے اپنے مرثیے میں اطلاق کیا۔ ان کی طرزِ نگارش کے اثرات انیس اور دبیر کے دبستان سے تعلق رکھنے والے مرثیہ نگاروں پر بھی مرتب ہوئے۔ اس طرح عشق کو اچھی خاصی پذیرائی حاصل ہوئی اور اپنے ہم عصر دیگر مرثیہ نگاروں پر فوقیت بھی ملی۔ ڈاکٹر جعفر رضاکا بیان ہے:

''صحتِ زبان و بیان کے لئے میر عشق نے الفاظ سے متعلق اصول و ضوابط مقرر کیے اور غلط معانی میں استعمال ہونے والے الفاظ اور مختلف الفاظ کے استعمال میں تلفظ کی غلطیوں کی طرف نشاندہی کی۔ ساتھ ہی غلط ،متروک اور مبتذل الفاظ سے احتراز کی تاکید کی۔'' (۵(

عشق انسانی جذبات کی عکاسی میں مہارت رکھتے ہیں اور انسانی نفسیات سے بھی اچھی طرح آگاہ ان کے مرثیے میں محاکات کا استعمال بھرپور انداز میں ملتا ہے۔ جس سے اندازِ بیان بہت اثر انگیز ہو جاتا ہے۔ مناظرِ قدرت کی عکاسی کا ان کا اپنا منفرد انداز ہے۔ واقعات کے تسلسل میں ڈرامائی کیفیات پیدا کرنے میں ماہر ہیں۔ کرداروں کی شعری عکس بندی بہت خوبصورتی سے کرتے ہیں جس سے سن و سال اور مقام و مرتبہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ان کی سب ے اہم خوبی زبان و بیان کے سلسلے میں ان کی اصلاحی خدمات پر مبنی ہے۔ میر عشق نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا تھا۔ تغزل ان کے مرثیے میں ایک خاص انداز سے سمویا گیا ہے۔ ان کے خانوادے سے اکثر شعراء اور دبستانِ عشق کے اراکین نے تغزل کی کیفیات کو مرثیے کا حصّہ بنا کر انفرادیت پیدا کی۔ بقول ڈاکٹر طاہر حسین کاظمی:

''اس دبستان کے اہم رکن عشق و تعشق ہیں جنہیں زبان و بیان کی اصلاحی کوششوں کی بنا پر انفرادیت حاصل ہے۔ مرثیہ نگاری میں تغزل اور ساقی نامہ پر بھی ان کی خصوصی توجہ رہی ہے۔ ان شعراء کے کلام میں ندرتِ فکر کے ساتھ استعارات، تشبیہات اور تخیل کاری کے نئے انداز کی نشاندہی ہوتی ہے''(۶(

عشق کی مرثیہ نگاری کا ایک اہم پہلو بہاریہ مضامین اور ساقی نامہ بھی ہے۔ اس انداز کی پیروی ان کے دبستان سے تعلق رکھنے والے دیگر شعراء نے بھی کی۔ عشق کے مرثیے میں غزلیہ کچھ اس طرح سما گیا ہے:

پھیلی جو روشنی تو قلق کچھ سوا ہوا
دل تھا چراغِ صبح کی صورت بجھا ہوا (۷(

آنسو نہ تھے نقابِ زمردنگار میں
موتی بھرے تھے دامنِ ابرِ بہار میں (۸(

میر عشق نے اگرچہ ہیئت کے تجربات نہیں کیے تاہم رباعیات کی شکل میں اپنے رسائی احساسات کو پیش کیا ہے لیکن مسدس کی شکل میں تمام تر مرثیے لکھے ہیں۔ میر عشق کی لفظیات میر انیس اور مرزادبیر سے مختلف ہیں ان کی منظر نگاری انیس و دبیر سے کسی طور کم نہیں۔ بلکہ علم بیان کے مؤثراستعمال سے انفرادیت پیدا ہو گئی ہے۔ مرثیے کے دو بند دیکھئے:

شہزادیاں ادھر ہوئیں سب داخلِ خیام
شہ سے کیا ادھر علمدار نے کلام

ہر شے کے بندوبست سے فارغ ہوا غلام
اس کو دیا پسند کیا جس نے جو مقام

ہرجا چہل پہل ہے نمودار دیکھیے
یوسف ہیں آپ رونق بازار دیکھیے (۹(

زینب کے پاس آئیں جو بانو برہنہ پا
بولیں عجیب حال ہے یہ ماجرا ہے کیا

میں روکتی ہوں سر سے گری پڑتی ہے ردا
جلدی خدا کے واسطے پڑھئے کوئی دعا

خیمہ اداس دیکھ کے دم ہے گھٹا ہوا
گویا کسی رئیس کا گھر ہے لٹا ہوا (۱۰(

دبستانِ عشق کے سب سے اہم رکن تعشق ہیں، جبکہ باقی قابلِ ذکر ارکان مینسید مصطفی مرزا رشید (پیارے صاحب رشید) سید سجاد حسین شدید، مؤدب لکھنوی ، لالہ نانک چند کھتری شامل ہیں۔ جن پر الگ الگ تفصیلی مضامین تحریر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اردو مرثیے کے فروغ میں ان کی مساعی اور کردار پر تفصیلی بحث ہو سکے۔

حوالہ جات:

)۱(خلیل صدیقی، پروفیسر، عظمتِ انسان(وحید الحسن ہاشمی) لاہور: تعلیمی پریس، ۱۹۶۷ئص۹۲

)۲(شبیہ الحسن ، ڈاکٹر، سید، میر انیس کی مرثیہ نگاری، مضمون مشمولہ ار دوشاعری، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ۲۰۰۱ء، ص۵۳

)۳(	فاروقی ،شمس الرحمٰان ، اثبات و نفی، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ ۱۹۶۸ء ص۹۰
)۴(	زیدی، شمشاد حیدر، اردو مرثیے میں ہیئت اور موضوع کے تجربات، نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ قومی زبان ۲۰۰۹ء ص ۱۳۸
)۵(	جعفر رضا، ڈاکٹر، دبستانِ عشق کی مرثیہ گوئی ، الہٰ آباد: نیشنل کتاب گھر ۱۹۷۳ئء ص ۱۲۵
)۶(	کاظمی، طاہر حسین ڈاکٹر، اردو مرثیہ میر انیس کے بعد ،دہلی: اردو اکادمی ۱۹۹۷ء ص۵۱
)۷(	عشق لکھنوئی ، سید حسین مرزا ، مجموعہ مرثیہ میر عشق ،لکھنو: مطبع منشی نولکشور ۱۲۹۸ھ، ص ۴۱
)۸(	ایضاً ، ص۵۴
)۹(	ایضاً ، ص۲۰۰
)۱۰(	ایضاً ، ص۲۰۲

/....../